سلومی۔ آسکر وائلڈ سے عبدالعزیز خالد تک

آصف علی چٹھہ

ABSTRACT:

Salome is an allegory which is based on a story from the New Testament. The story had influenced various writers of Europe. Oscar Wild has dramatized the story and Gustav Flaubert has presented it in the form of a novel. Many writers of Urdu have translated it into Urdu. Abdul Aziz Khalid has also presented the story in the verse form. This article is a critical study of this translation.

سلومی عبدالعزیز خالد کی ایک منظوم تمثیل ہے جو عہد نامۂ جدید کی داستان پر مشتمل ہے۔ جدید عہد نامے کی اس داستان نے یورپ کے مختلف ادیبوں کو متاثر کیا ہے۔ آسکر وائلڈ نے اس تمثیل کو 1891ء میں فرانسیسی زبان میں لکھا اور 1893ء میں شائع کیا۔ چوں کہ یہ داستان انجیل مقدس سے لی گئی ہے، اس لیے اس کو ایک ڈرامے کا موضوع بنانے پر انگلستان میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ چناں چہ ڈرامے کی طباعت کی اجازت تو دے دی گئی لیکن اسے اسٹیج کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ یہ پابندی 1931ء تک برقرار رہی۔فروری1894ء میں سلومی کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا اور اس کے بعد بھی اس کے متعدد ترجمے ہوئے۔ اردو میں یہ تمثیل انگریزی کی وساطت سے متعارف ہوئی۔

آسکر وائلڈ کے علاوہ فرانس کے مشہور مصنف گستاؤ فلابیر نے بھی اسی داستان کو بنیاد بنا کر 'ہیرودیس' کے نام سے ایک ناول لکھا اور مولوی عنایت اللہ نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ناول ماہنامہ ساقی میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ بہرحال عہد وکٹوریہ کے مصنف آسکر وائلڈ کا ڈرامہ زیادہ مقبول ہوا اور ہمارے کئی اہلِ قلم اس سے متاثر ہوئے ۔عبدالعزیز خالد سے قبل ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے بھی اس ڈرامے کے ایک باب کا اردو میں ترجمہ کیا تھا جو دخترِ بابل کے عنوان سے نیرنگ خیال میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ محمود نظامی نے بھی سلومی کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ لیکن

اردو میں سلومی کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اس کا زیادہ تر انحصار خالد کے ترجمے پر ہے۔خالد نے اگرچہ ترجمے میں آسکر وائلڈ ہی کا تتبع کیا ہے لیکن عہد نامہ جدید کو بھی سامنے رکھا ہے اور کتاب کے آغاز میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ خالد نے پہلی دفعہ اس کو 1960ء میں نظم مُعرّیٰ میں پیش کیا۔

نظم مُعرّیٰ (Blank Verse) ڈرامے کے لیے مقبول ہے اور شیکسپیئر اور ٹی۔ایس۔ ایلیٹ کے کئی نہایت مقبول ڈرامے نظم مُعرّیٰ میں ہیں۔ خالد نے انگریزی میں سلومی کے مترجم (Lord Alfred Douglas) کے متن کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔

سلومی کی اشاعت اول ادارہ ذہن جدید کراچی کے زیر اہتمام 1960ء میں ہوئی، اس اڈیشن میں صفحات کی تعداد 112 ہے۔نقش دوم اسی ادارے سے 1963ء میں منظر عام پر آیا۔ دس سال کے بعد تیسری دفعہ 1973ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز نے اس کو نسبتاً زیادہ آب و تاب کے ساتھ شائع کیا اور جائزے کے لیے یہی تیسرا اڈیشن راقم کے پیش نظر ہے۔

سلومی پر نظر ڈالیے تو پہلے صفحے پر کتاب کے نیچے ماخوذ و مستفاد لکھا ہوا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مترجم نے کسی ایک ماخذ یا متن کی مکمل طور پر پابندی نہیں کی۔ دوسرے صفحے پر ایک مصرع سے اللہ کے نام سے اس کتاب کا آغاز کیا گیا ہے۔مصرع یہ ہے۔

بنامِ خداوندِ جاں آفریں

تیسرے اور چوتھے صفحے پر اشاعتی کوائف درج ہیں جن سے اس کی تینوں اشاعتوں کے سنین کا بھی پتا چلتا ہے اور ناشر کا نام بھی درج ہے۔ کتاب کے فلیپ پر سلومی کے حوالے سے خالد کے ادبی مقام و مرتبہ کے بارے میں مختلف ناقدین کی آرا درج ہیں۔

اشاعتی کوائف کے بعد افراد تمثیل کا ذکر ہے۔ جن میں ہیرودیس، ہیرودیاس، سلومی اور یوحنا مرکزی کردار ہیں۔کل کردار 14 ہیں۔ اس کے بعد خالد نے فارسی اور پنجابی ادب کے وہ حوالے دیئے ہیں جن میں اس قصے کی بابت حضرت یحییٰ کی شہادت کا ذکر ہے وہ حوالے یہ ہیں:

چونکہ یحییٰ مست گشت از شوقِ اُو
سَر بہ طشت زر نہار داز ذوقِ اُو۔ رومیؒ

ایس نیوں دیا الٹی چال
جدوں یحییٰ نے پائی جھاتی
رمز عشق دی لائی کاتی!
جلوہ دتا اپنا ذاتی
تن خنجر کیتا لال
ایس نیوں دی الٹی چال

بھرواسا کیہہ آشنائی دا
ڈرلگ دا بے پروائی دا
یحییٰ اس دا یار کہایا
نال اوسے دے نیوں لگایا
راہ شرع دا اُن بتلایا
سراُسدا تھال کٹائی دا
بھرواسا کیہہ آشنائی دا
ڈرلگ دا بے پروائی دا۔............ بلھے شاہ
یحییٰ گھوٹ کوھایا......فرید

اس کے بعد عہد نامہ جدید کے الفاظ میں اس قصے کو درج کیا ہے، جس کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہیرودیس بادشاہ نے اپنے بھائی فلپس کو قید میں ڈال کر اس کی بیوی ہیرودیاس سے شادی کر لی تھی۔ حضرت یوحناؑ نے بادشاہ سے کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی رکھنا تجھے روا نہیں۔ چناں چہ بادشاہ نے انھیں قید کر دیا۔لیکن ان کو ایک مقدس اور راست باز آدمی سمجھ کر ان کے قتل سے باز رہا۔

ہیرودیاس ان کو قتل کرانا چاہتی تھی۔ ایک ضیافت کے موقع پر جب ہیرودیاس کی بیٹی نے رقص و سرود سے بادشاہ کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ جو چاہے مانگ تجھے دوں گا۔لڑکی نے اپنی ماں ہیرودیاس کے مشورے سے یوحنا کا سر طلب کیا۔ بادشاہ اس سے بہت غمگین اور پریشان ہوا لیکن چارونا چار اس نے یوحنا کا سر کٹوا کر لڑکی کو تھال میں پیش کیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔

اس کے بعد خالد نے اگلے صفحے پر بھگت منشی تلسی رام کی تصنیف بھگت مال سے ایک واقعے کا حوالہ دیا ہے جو سلومی سے ملتا جلتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی راجا کی لڑکی راجا جگد یو پر عاشق ہوگئی۔ راجہ اور اس کی لڑکی کے پیہم اصرار پر بھی جب راجہ جگد یو اس کی طرف مائل نہ ہوئے تو اس لڑکی نے راجہ جگد یو کا سر دیکھنے کے لیے کٹوا کر منگوایا۔

اس کے بعد تمثیل کا منظوم صورت میں آغاز ہوتا ہے۔ یہ ابتدا شاہی محل میں اجتماع ضیافت کے منظر سے ہوتی ہے اور سلومی کے قتل پر ڈرامے کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ المیہ نظم تقریباً سو (100) صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد خالد نے ترگوم، ہیرودیس، موآب اور سُدوم کے عنوانات سے اپنی تلمیحات اور حوالوں کی وضاحت درج کی ہے۔بعض تلمیحات کی بہت مفصل تشریح کی گئی ہے۔ ان ابواب میں بعض قدیم شہروں اور قبیلوں کا پس منظر انجیل مقدس اور قدیم کلاسیکی کتابوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے، جن سے اس دور کی تاریخ اور تہذیب وتمدن ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس طرح اس تمثیل کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے۔ یہ تشریحی حصہ بھی تقریباً100 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ اہتمام خالد کی تقریباً تمام تصانیف کا نمایاں پہلو ہے جو قدیم تہذیبی و

ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتے ہیں اور اردو شاعری میں یہ عالمانہ اسلوب خالد کی خاص پہچان ہے۔

بہر حال سلومی خالد کی شاعری کی ہمہ گیر خصوصیات کا خوب صورت اظہار ہے۔ خالد نے اعلیٰ فنی مہارت اور بے مثال شعری استعداد کے ساتھ اس تمثیل کو سپردِ قلم کیا ہے۔ مکالمہ نگاری اور منظر کشی میں شاعرانہ محاسن کو بہ خوبی قائم رکھا ہے۔ یوں یہ تمثیل شاعرانہ حسن و لطافت کی خوب صورت مثال ہے۔

دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں رزمیہ اور تمثیل کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی ادب کا بیش تر حصہ تمثیلات یا رزمیوں پر مشتمل ہے۔ خالد بھی ایک کامیاب تمثیل نگار ہیں اور ان کی شاعری کا اصل جوہر بھی ان کی منظوم تمثیلات ہی میں کھلتا ہے۔ سلومی، ورقِ ناخواندہ، دکانِ شیشہ گر اور برگ خزاں خالد کی منظوم تمثیلات ہیں۔

اردو میں تمثیلات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ جدید دور میں منظوم تمثیل نگاری میں خالد اپنے معاصرین میں بہت ممتاز ہیں۔ رفیق خاور خالد کی تمثیلات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''اردو تمثیلی شاعری سے تہی مایہ ہے۔ یہ خالد کا احسان ہے کہ اس نے ان پر توجہ دی اور اس کا دامن منظوم ڈراموں اور تمثیلی نظموں سے بھر دیا۔ آج انہی کی بدولت اردو میں اتنا افسانوی سرمایہ فراہم ہو گیا ہے جس سے ہم کیف اندوز بھی ہو سکتے ہیں۔''(۱)

خالد نے اپنی قادرالکلامی اور وسعت مطالعہ کے باعث ان تمثیلوں میں فنی اور شعری لطافتوں کو یکجا کرنے میں بہت ہنرمندی سے کام لیا ہے اور یہ تمثیلات اردو کے عظیم شعری ادب میں بار پانے کے قابل ہیں: ڈاکٹر تحسین فراقی، خالد کی منظوم تمثیلوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''پشکن نے ایک دفعہ کہا تھا: میں روسی زبان کے لیے وزیر خارجہ کا کام انجام دے رہا ہوں۔ اردو ادب میں اگر کسی شخص نے اردو کی شعری تمثیل کا دامن وسیع کرنے اور خیالات کے نئے پیرائے متعارف کرانے کا مسلسل کام اعتماد اور مستقل مزاجی سے بھرپور انداز میں شروع کیا تو وہ بلاشبہ عبدالعزیز خالد ہیں۔''(۲)

اسی سلسلے میں ڈاکٹر قمر رئیس تحریر پرداز ہیں:

> ''عبدالعزیز خالد میرے چند محبوب شعرا میں سے ہیں۔ انھوں نے موضوعات، نظمیات، صنمیات اور فکر و تخیل کے جیسے جرات مندانہ تجربے کیے ہیں وہ کسی اور سے نہ ہو سکا۔ یہ صحیح ہے کہ ان کا کلام کہیں کہیں الفاظ اور علوم سے بوجھل نظر آتا ہے لیکن اگر ان کی طویل ڈرامائی نظموں کو نکال دیا جائے تو ہم جدید اردو شاعری کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے مقابل رکھتے ہوئے اگر شرمائیں گے نہیں تو جھجکیں گے ضرور۔''(۳)

سلومی انجیل مقدس کا ایک قصہ ہے جو 67 ق م سے تعلق رکھتا ہے۔ خالد نے اسے نظمِ مُعرّیٰ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ناقدین نے خالد کی اس کاوش کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی لکھتے ہیں:

> ''سلاست، روانی اور قادرالکلامی کی وجہ سے سلومی کو عبدالعزیز خالد کی بہترین کاوش کہا جا سکتا

ہے۔ سلومی سے ایک بات یہ بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بلینک ورس اور فری ورس کو انگریزی ہی نہیں اردو میں بھی حسن وخوبی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔'' (۴)

ڈاکٹر انور سدید یوں دادِ سخن دیتے ہیں:

''سلومی میں اردو کے مشہور شاعر عبدالعزیز خالد نے فطرت کے بے لگام جذبوں کو محصور کیا ہے۔ جن کے صادق اظہار کے لیے قدرت نے خود اپنی زبان کا انتخاب کیا تھا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس دور کے بعض شعرا جب فنی غرابت، فطری سہل انگاری اور ذہنی کس مپرسی کے اخفا کے لیے زبان کی شکست و ریخت پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو سلومی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ شاعر قادرالکلام ہو تو کوئی فنی پابندی اس کے اظہار میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔'' (۵)

ڈاکٹر صاحب نے بالکل صائب رائے دی ہے واقعی سلومی کے شاعرانہ محاسن اور شاعر کی قادرالکلامی سے شناسائی کے لیے ایک ایک مصرع پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سلومی میں بے پناہ تغزل اور غنائیت کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ ہیرودیس، سلومی سے ایک جگہ یوں مخاطب ہوتا ہے:

یہ صباحت یہ ملاحت یہ نزاکت توبہ
صاف ہوتا ہے گماں سائکی و وینس کا
بدنِ صاف میں پڑتی ہے نگہ سے سلوٹ
جسم شاداب ہے یا تختہ رنگ و بو ہے
سرخ پھولوں سا دمکتا تر و تازہ چہرہ (۶)

سلومی ایک جگہ منظر کی کیفیت یوں بیان کرتی ہے:

کہکشاں چرخ پہ پھیلی ہے، زمیں پر مخمل
چاندنی ایسے چھلکتی ہے کہ پگھلی چاندی
اُجلی کرنیں ہیں کہ مقیّش کی جھلمل جھالر
نیلے انبر پہ رواں چاند کا سیمیں بجرہ
جیسے کھیتی ہیں جواں سانولی، سندر پریاں
چاند ہے پاک و خنک، جیسے کوئی دوشیزہ
کوئی منہ بند کلی ، کوئی اچھوتا موتی
گو کلف چہرے پہ ہے جسم ہے لیکن بے داغ
باغچہ اس کے بدن کا ہے مقفل اب تک
کورے ہونٹوں کے دہانے کا ہے سوتا محفوظ

دوسری دیویوں کی طرح اس ابلا نے کبھی
بسترِ عیش کی زینت نہ بنایا خود کو
کبھی آغوشِ گلوگیر میں تڑپی نہ بھنچی
اس نے دیکھا نہ کبھی پنجہ و بازو کا فشار

سلومی پڑھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ مترجم نے متعلقہ موضوع سے قریب ہونے اور اس کی روح تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ آسکر وائلڈ کے ڈرامے اور خالد کے ترجمے کو دیکھتے ہوئے یہ پتا چلتا ہے کہ خالد نے وائلڈ کے متن ہی کو بنیاد بنایا ہے۔ خالد کے ہاں بھی وہی کردار ہیں جو آسکر وائلڈ کے ڈرامے میں ہیں۔ وائلڈ کے ہاں ڈرامے کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

The young Syrian: How beautiful is the princess Salome to-night!
The page of Herodias: Look at the moon! How strange the moon seems! she is like a woman rising from a tomb. She is like a dead woman. You would fancy she was looking for dead things.(7)

خالد کے ترجمے کا آغاز دیکھیے:

نوجوان شامی:
آج شہزادی سلومی پہ ہے کیا روپ انوپ!
خدمت گار:
چاند کا رنگ تو دیکھو یہ گماں ہوتا ہے
ہے کوئی قبر سے اٹھتی ہوئی عورت گویا
یوں لگے چاند نہیں کوئی زنِ مردہ ہے
مردہ چیزوں کو جو کرتی ہے اندھیرے میں تلاش (۸)

ترجمے کے لیے کسی خاص مواد کو بنیاد بنانا تو ناگزیر ہے۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ خالد مصنف کا یہ مواد لے کر کہاں تک ساتھ چلے ہیں اور اپنی ذہنی درّاکی سے اس میں کیا اضافے کیے ہیں اور کہاں اس سے انحراف کیا ہے۔ شامی نوجوان شہزادی سلومی کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

شاہزادی نے چھپا رکھا ہے منہ پنکھے سے
سیمگوں ہاتھ پھڑکتے ہیں کچھ اس شدت سے
قمریاں جیسے ہوں بے تاب نشیمن کے لیے

چھاتیاں ہلتی ہیں پر تولتے پنچھی کی طرح
تتلیاں کرتی ہیں پرواز چمن میں جیسے
اس نکورانگ میں ہے رنگلی رت کی خوشبو
چشمِ مخمور میں صہبائے جوانی کا خمار

موزوں الفاظ اور شاعرانہ تشبیہات و استعارات نے سلومی کے اس سراپا کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اگر چہ خالد کی سراپا نگاری میں چند مصرعے اصل متن پر مستزاد ہیں لیکن وائلڈ کے الفاظ کے تقابل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں خالد کا زور کلام اور حسن بیان وائلڈ کے متن سے برتر و اعلیٰ ہے۔ انگریزی عبارت یہ ہے۔ نوجوان شامی کے الفاظ میں:

> The princes has hidden her face behind her fan! Her little white hands are fluttering like doves that fly to their dove-cots. They are like white butterflies. They are just like white butter flies. (9)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خالد نے صرف لفظی ترجمہ نہیں کیا بل کہ بوقت ضرورت اس کی دل کشی و رعنائی میں اضافہ کرنے کی خود بھی کوشش کی ہے اسی لیے ڈاکٹر تحسین فراقی نے سلومی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا کہ اس میں خالد نرے مترجم ہی نہیں رہے بل کہ شریک مصنف بھی ہیں۔(۱۰)

سلومی کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ترجمے میں جہاں خالد بعض مصرعوں میں اضافہ کرتے ہیں وہاں بعض تاثرات اور مکالمات حذف بھی کر جاتے ہیں مثلاً جہاں قبطی کو بتایا جاتا ہے کہ جب بادشاہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو جلاد کو نشانی کے طور پر موت کی انگوٹھی بھیجتا ہے تو قبطی کہتا ہے:

> Yet it is terrible to strangle a king

وہاں سپاہی یہ کہتا ہے کہ بادشاہ کا قتل کرنا بھی کیا مشکل ہے اس کی بھی تو ایک ہی گردن ہوتی ہے۔ خالد کے ہاں یہ مکالمات موجود نہیں ہیں۔ اسی طرح پہلے سلومی یوحنا کے جسم کی تعریف کرتی ہے اور پھر ناکامی کی کیفیت میں غصے کا اظہار کر کے کہتی ہے کہ تیرا جسم تو کوڑھی کی طرح بھیانک ہے۔ ان دونوں مقامات پر خالد نے اجمال اور وائلڈ نے تفصیل سے کام لیا ہے۔ اسی طرح جب ہیروڈیس اپنی ملکہ کی معیت میں ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہے اور کہتا ہے:

دل کی خوابیدہ امنگوں کو جگاتی ہے ہوا
لوریاں دے کے رقیبوں کو سلاتی ہے ہوا
کسی معشوق کو چھپ چھپ کے بلاتی ہے ہوا
آج تو بے خود و دیوانہ بناتی ہے ہوا

ان کیفیات کا اظہار بھی وائلڈ کے ہاں موجود نہیں ہے۔

اسی طرح سلومی کے ایمان شکن رقص کی تفصیلات وائلڈ کے ہاں نہیں ملتیں لیکن خالد نے اس کی تصویر کشی بھرپور انداز میں کی ہے:

واہ وا ایک شہاب ثاقب
ایک شعلہ جسے جوآلہ کہیں
جل پری صحن چمن میں رقصاں
موج بادہ کی طرح جوش میں سارے اعضا
ایک طوفاں کہ مقید تنِ بلوریں میں
مجدلاں کا ہے گلابِ تازہ
بیت عنیا کی مہکتی سوسن

عربی زبان خالد کی گھٹی میں پڑی ہے سلومی میں بھی قرآن مجید کی آیات کے حوالے ملتے ہیں مثلاً یہودی جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو پہلا یہودی اللہ تعالیٰ کی ذات کا یوں تذکرہ کرتا ہے:

میں موید ہوں تو سچ کہتا ہے
فاتق و جابر و قہار ہے وہ
یَعْلَمُ السِّرَّ وَ یَخْفٰی
چہ نہفت و چہ عیاں
صاحبِ بَطْشِ شَدِید
کرے جس کی جبروت
عِھْنِ مَنْفُوْشِ کہستانوں کو
بنی آدم کو فراشِ مَبْثُوت
وہ غنی پل میں مُوقّر کو مُحَقّر کر دے
سنگ ہو عقدِ جماں، خاک بنے بیجا وہ
کوہ کوکاہ کرے ذَاکَ عَلیٰ اللّٰہِ یَسِیُر
توڑ دیتا ہے وہ کمزور و توانا کو یونہی
کہ خداوند خدا ہے وہی ربُّ الافواج

آیاتِ قرآنی کے اس خوبصورت استعمال کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی جباریت اور قہاریت کا جو اظہار خالد کے ہاں ملتا ہے وہ وائلڈ کے ہاں مفقود ہے۔ رقص کے بعد جب سلومی یوحنا کا سر مانگتی ہے اور بادشاہ ہیرودیس اسے اس مطالبے سے منع کرتے ہوئے پوشیدہ نوادرات کا تذکرہ کرتا ہے اس مقام پر بھی خالد کی علمی فضیلت، معلومات کی فراوانی اور الفاظ کا چناؤ قابل تحسین ہیں:

ان محلوں میں جواہر کے دفینے ہیں بہت
جو کہ پوشیدہ ابھی تک ہیں تمھاری ماں سے
دیکھ لے ان کو اگر چشم فلک، ششدر ہو
چار لڑیوں میں پروئی ہوئی زنجیرِ گہر
نقرئی کرنوں میں پابندِ سلاسل مہتاب
دامِ زریں میں گرفتار ہیں مہتاب پچاس
سینۂ عاج پر پہنا اسے اک بانو نے
نظر آئے ملکہ اس کو پہن کر تو بھی
دواماتست مرے پاس ہیں دو رنگوں کے
مئے مشکیں کی طرح ایک تو ہے تیرہ و تار
دوسرا آتشی ہم رنگِ شرابِ ممزوج
زرد پکھراج ببر شیر کی آنکھوں کی طرح
دودھیا رنگ کے ایسے بھی ہیں کچھ سنگِ کریم
برف گوں شعلے نکلتے ہیں ہمیشہ جن سے

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وائلڈ کی سلومی جدید عہد نامے کی سلومی سے قدرے مختلف ہے۔ انجیل میں یہ کہیں بھی ذکر نہیں ملتا کہ سلومی یوحنا سے محبت کرتی تھی اور اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے یوحنا کے سر کا مطالبہ کرتی ہے، اس کے کٹے ہوئے سر سے باتیں کرتی ہے یا سلومی کو مار دیا جاتا ہے بل کہ صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ماں کے اکسانے پر ہی ایسا کیا۔ یہ تصرف وائلڈ کا ہے اور خالد نے بھی وائلڈ ہی کا تتبع کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک جگہ یہ سوال اٹھایا ہے کہ آخر مشہور و معروف ڈراموں کو اردو میں پیش کرنے سے کیا حاصل جب کہ ہمارے ہاں شعری ڈراموں کی کوئی روایت موجود نہیں اور پھر خود ہی اس کا جواب بھی دیا ہے کہ اس سے زبان کو بننے سنورنے، پھیلنے اور نکھرنے میں مدد دیتی یہ اور دوسرے یہ کہ لطیف ترین جذبات واحساسات کا اظہار کرکے زبان، بیان کی نئی نزاکتوں سے ہم کنار ہو جاتی ہے۔ جب تک اس قسم کے تجربے نہ کیے جائیں گے زبان معمولی سے معمولی جذبات کو بیان کرنے سے قاصر رہے گی۔ اس حوالے سے خالد صاحب کی یہ کوششیں ایک خاص اہمیت کی حامل ہو جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ زبان کے اندر یہ بات سوائے شاعری کے کسی اور چیز سے پیدا نہیں ہوسکتی۔(۱۱)

کامل القادری نے سلومی کے حوالے سے خالد کی کرداری نگاری کی ایک نمایاں صفت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر ایک کردار کی زبان اس کی طبقاتی حیثیت کو ظاہر کرتی ہے۔ سلومی میں حضرت یحییٰ کی آواز اتنی منفرد ہے کہ ہر جگہ پہچانی جاتی ہے۔ لسانی اصطلاح میں کردار کی مخصوص زبان سے یہی مراد ہے۔ زبان پر ایسی دسترس انیس کے

ہاں کسی قدر نظر آتی ہے۔ وہ بھی احساس و جذبات کی ترجمانی کی حد تک لیکن خالد کے یہاں اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ پھر یہ نوع بنوع اسالیب کلام ڈرامائی موقع سے یوں ہم آہنگ و ہم رشتہ ہو جاتے ہیں کہ لطف سخن دوبالا ہو جاتا ہے۔ مختلف طبقوں کے کرداروں کا تنوع ان کی زبانوں کے تنوع سے ظاہر ہے۔(۱۲)

ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

آواز یوحنا: اپنی قدرت سے ملبّس ہوا اے ارضِ صیہون!
ہو گیا شاہِ دو عالم کا ظہور
آ گیا ابن بشر
بختِ خفتہ ہوا بیدار نصیبا چمکا
قعرِ دریا میں نہاں جا کے ہوئے ہیں قنطور
شیر سے ڈر کے گدھے جیسے بدک جاتے ہیں
سیرنیں چھوڑ کے دریا کی چٹانوں کو چلیں
تیاگ کر بستر تر، جنگلی پتوں میں چھپیں

سلومی: کون تھا جس نے پکارا تھا ابھی؟
پہلا سپاہی: شاہزادی یہ تو پیغمبر ہے
غلام: بادشہ آپ سے شہزادیٔ والا رتبہ
ملتمس ہے کہ ضیافت کدے کو لوٹ چلیں

یوحنا اپنے طرز خطابت سے پہنچانا جاتا ہے۔ سپاہی بھی پاس ادب کو ملحوظ رکھ رہا ہے اور غلام اپنی حیثیت کے مطابق شاہزادی والا رتبہ کے الفاظ استعمال کر رہا ہے۔ گویا زبان سے کرداروں کی طبقاتی سطح نمایاں ہو جاتی ہے۔

سلومی کا طرز بیان خالد کی بعض دیگر تصانیف کی نسبت رواں اور سادہ ہے۔ بعض مقامات پر ادق اور مشکل الفاظ و تراکیب بھی نظر آتے ہیں لیکن وہاں موضوع کی وجاہت، جلالت اور شان و شوکت بھی اس کی متقاضی ہے۔ بہرحال خالد نے اس داستان کو ایک منظوم تمثیل کے روپ میں پیش کر کے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا ہے۔ نظم جدید کی معنوی وسعتوں کو قدیم تہذیبی ورثے سے مالا مال کیا ہے اور اصنافِ شاعری میں ڈراما نگاری کی روایت کو ایک نیا اسلوب و آہنگ دیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی:

(۱) رفیق خاور۔ ''پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا'' مشمولہ سیارہ خالد نمبر، حصہ اول، جلد نمبر ۱۴، شمارہ ۵، ۱۹۶۵ء، ص ۱۸۵
(۲) تحسین فراقی، ڈاکٹر۔ فانوس (ماہنامہ) مقدمہ عبدالعزیز خالد نمبر، جلد نمبر ۱۶، شمارہ نمبر ۹، لاہور: گوروارجن نگر،

۱۹۷۷ء،ص۶۵

(۳) قمر رئیس، ڈاکٹر۔ تحریریں خالد نمبر۲، لاہور: جلد نمبر۵، شمارہ ۳،۴، ۱۹۷۵ء، ص ۲۸۶

(۴) احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد۔ فلیپ۔ سلومی، مترجم؛ عبدالعزیز خالد۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء

(۵) انور سدید، ڈاکٹر۔ تحریریں خالد نمبر۳، ص۳۴۸

(۶) عبدالعزیز خالد۔ مترجم؛ سلومی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء، ص۹۳

(7) Oscar Wilde: ***The works of Oscar Wilde*** (Salome) translator: Lord Alfred Douglas, London: collins, 1957, Page 537

(۸) عبدالعزیز خالد۔ مترجم؛ سلومی۔ص۱۱

(9) Oscar Wilde. ***The works of Oscar Wilde.*** Page 539

(۱۰) تحسین فراقی، ڈاکٹر۔ فانوس (ماہنامہ) مقدمہ خالد نمبر، لاہور: جلد نمبر۱۵، شمارہ ۴، فروری ۱۹۷۶ء، ص۲۷

(۱۱) جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ ''سلومی'' مشمولہ تحریریں (ماہنامہ) خالد نمبر۳، ص۳۴۵

(۱۲) کامل القادری۔ مہمات خالد، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۶ء، ص۶۸